

کوئی وروی سنجدال رہا تھا۔ ساری فوج میں دوسرے دن لڑنے کی خوشی ہی خوشی پھیلی ہوئی تھی کہ یکا یک راؤ جی کا یہ حکم صادر ہوا۔

سرداروں کو فوراً کھلکھلا ہوا کہ راؤ جی ہم سے بدظن ہو گئے ورنہ جیتی جاتی لڑائی چھوڑ کر یوں کوچ کا حکم ہرگز نہ دیتے۔ سب کے سب جمع ہو کر راؤ جی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی آپ ہماری طرف سے دل میں کسی قسم کی بدگمانی نہ رکھے۔ ہم مرتبے دم تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ ہم لڑ کر جان دے دیں گے، مگر میدان سے منہ نہ موڑیں گے۔ ہم شیر شاہ سوری سے ہرگز نہیں ملے۔ ضرور آپ کو کسی نے مغالطہ میں ڈال دیا ہے، پر راؤ جی کو یقین نہ آیا اور فوج کوچ کرنے کی تیاری کرنے لگے۔

شیر شاہ نے غصیم کو یوں میدان سے بھاگتے دیکھ کر بیرم جی اور دوسرے سازشی سرداروں کے ہمت دلانے سے راؤ جی کا پیچھا کیا۔ جب راؤ جی با برہ ضلع جیتا رہ کے پاس سمبل ندی سے اترے تو ان کے سورا سردار جیتا اور کونپا نے عرض کی کہ یہاں تک جو سر زمین ہم پیچھے چھوڑ آئے ہیں وہ آپ کی جیتی ہوئی تھی اور ہمارے قبضہ میں چھوڑے ہی دنوں سے تھی مگر اب یہاں سے آگے ہمارے بزرگوں کی جائیداد ہے۔ ہم ایسے کپوت نہیں ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے ملک کو یوں سچ میں چھوڑ کر چلے جائیں آپ جاتے ہیں خوشی سے جائیں۔ ہم تو شیر شاہ سے یہیں جنم کر لڑیں گے وہ بھی تو دیکھے کہ راجپوت زمین کے لیے کیسی بے دردی سے لڑ کر نان دے دیتے ہیں۔

راو جی نے کہا یہاں لڑنا فضول ہے۔ اب چلے ہیں تو جو دھپوری پہنچ کر لڑیں گے مگر جیتا کونپا نہ مانا۔ وہ اپنے دس ہزار جانباز دا اور رانچوروں کو لے کے پہنچے اور بادشاہی فوج پر پل پڑے اور ایسا جی تو لڑائے کہ بادشاہ سمجھا اب ہارا اب ہارا مبر دس ہزار راجپوت پچاس ہزار آدمیں کے مقابلے میں کیا کر سکتے تھے۔ ہاں انہوں نے اس

راجپوتے دلیری کا نمونہ دکھایا جو فتح پور سیکری، ہلدی گھاٹ، چتوڑ گھر کے میدانوں میں بارہا ظاہر ہو چکی ہے اور اگر چہ سب کے سب کھیت رہے مگر اپنی باہدروں کا سکے باڈشاہ کے دل پر جما گئے۔ شیرشاہ نے خدا کا دو گانہ شکریہ ادا کیا اور سرداروں سے کہا ہڑی خیریت ہوتی ورنہ مٹھی بھر با جرے کے لیے ہندوستان کی سلطنتے ہاتھ سے گئی تھی۔ دوسرے دن اس بار کی خبر پا کر راؤ جی نے سیوا نے کی طرف باغ موزی۔ جو دھپور کو لکھا کر قلعہ کی خوب تیاری کرو اور رانیوں کو ہمارے پاس بھیج دو۔ روٹھی رانی کو بھی یہی پیغام دے دو۔ قلعہ دار نے حکم پاتے ہی سب رانیوں کو سیوا کرنے بھیج دیا۔ جو دھپور سے پہنچم میں تمیں کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اور خود قلعہ درست کر کے لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو بیٹھا جو راٹھور سردار جی کو بدگمانی سے رنجیدہ خاطر ہو کر الگ ہو گئے تھے اور نیز وہ جو جیتا اور کونپا کے ہمراہیوں میں سے بچ رہے تھے وہ سب مل کر کو سانے میں روٹھی رانی کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس طرح رانی کے پاس جانبازوں کی ایک خاصی جماعت تیار ہو گئی۔ رانی نے با جو دقلعہ دار کے متواتر تقاضوں کے کو سانے سے کوچ نہ کیا۔

شیرشاہ خود تو نہ آیا مگر اس نے اپنے سردار خواص خان کو پانچ ہزار سپاہیوں کے ساتھ جو دھپور فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے آکر قلعہ گھیر لیا۔ قلعہ دار اس سے کئی دن تک لڑا۔ مگر جب قلعہ کا سب پانی خرچ ہو چکا تو اس نے دروازہ کھول دیا ایک گھمسان لڑائی لڑ کر مر گیا۔ قلعہ پر خواص خان کا قبضہ ہو گیا۔ اس طرح راؤ جی کی بدگمانی اور بزدلی نے دشمنوں کے ہاتھ میں زبردستی فتح کا جھنڈا دے دیا۔

جیتا اور کونپا کے مارے جانے کے بعد بھی راؤ جی کے پاس ستر ہزار سپاہ تھی۔ اگر بجائے سیوانے کے جو دھپور آتے اور ساری جماعت سے مقابلہ کرتے تو قین تھا کہ باڈشاہ کو شکست ہوتی ورنہ یہ نوبت آگئی کہ پانچ ازار آدمیوں نے جو دھپور کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ راجپتوؤں نے جہاں بے حد دلاوری دکھائی ہے۔ وہاں بسا

اوقات فتوں سپہ آرائی اور قل و حرکت کی خامی کا ثبوت دیا ہے۔ خواص خان نے قائم پر اپنا تسلط جما کر فوج کا ایک حصہ بیکانیر کو روانہ کیا کہ وہ راؤ جسٹی کے لڑکے کا یان مل کا وہاں عمل دخل کر دیا۔ اسی طرح بیم جی کے ساتھ بھی تھوڑی سی فوج میرزا فتح کرنے کے لیے بھیجی۔

اتنے میں خواص خان کو خبر ملی کہ رانحور کو سانے میں جمع ہو رہے ہیں۔ وہ فوراً پہچا اور روٹھی رانی سے کہا ایسا کہ یا تو ہم سے لڑو یا جگہ خالی کرو۔ رانی نے جواب دیا کہ میں لڑنے کو تیار ہوں۔ تیرا جب مزاج چاہے آ جائیں عورت ہوں تو کیا مگر راجپوت کی بیٹی ہوں۔

خواص خان نے اپنے سرداروں سے صلاح کی کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا ابھی تھوڑے سے راجپتوں نے باادشاہ سے لڑ کر آفت مجاوی تھی۔ ان کے ساتھ راجہ بھی نہ تھا۔ اگر وہ ہوتا تو نہیں معلوم کیا غصب ہو جاتا۔ اب پھر انہیں سے خواہ مخواہ جھگڑا مول لینا کیا ضروری ہے۔ اگر چہ راجہ یہاں نہیں ہے مگر رانی تو ہے اس کے سردار اپنی رانی کی عزت بچانے کے لیے جی توڑ کر لڑیں گے اور رانی خود بھی دبندے والی نہیں نظر آتی۔ خواص خان نے کہا یہ توٹھیک ہے پر اگر یہاں سے بالا لڑے چلا جاؤں گا تو لوگ کہیں گے کہ مرد ہو کر ایک عورت کے سامنے سے بھاگ گیا۔ سرداروں نے جواب دیا عورت سے نہ لڑنے میں اتنی ذلت نہیں جتنی اس سے ہار جانے میں۔ آخر کار یہ فیکلہ ہوا کہ اس امر میں باادشاہ کے رائے کی استدعا کی جائے۔

باادشاہ اس وقت ابیر میں تھا اور رانا اودھے نگھ پر چڑھائی کرنے کی فکر میں تھا۔ خواص خان کی عرضی پہنچتے ہی اس نے جواب دیا کہ اب اس بھڑوں کے چھتے کونہ چھڑو۔ جہاں تک قبضہ میں آگیا ہے اسی کو غیمت سمجھو۔ ہاں اگر وہ خود لڑنے آئیں تو میدان سے نہ ہٹو۔ یہ جواب پا کر خواص خان نے روٹھی رانی سے لڑائی کرنے کا

ارادہ ترک کر دیا۔ ہاں اس کے پاس کہا بھیجا کہ یہاں میرا شکر پڑا ہے حکم ہو تو وہاں ایک گاؤں بسا کر چلا جاؤں تاکہ آپ کے ملک میں میرا بھی نشان رہ جائے۔

رانی نے کہا۔ نام نیکی سے رہتا ہے گاؤں بنانے سے نہیں۔ اس وقت جو دھپور کا حاکم ہے اگر تو رعایا کے ساتھ اچھا برداشت کرے گا۔ اسے آرام چین سے رکھے گا تو آپ تیری یادگاریں بناویں گے۔

خواص خاں نے گزارش کی ”خدا آپ کی زبان مبارک کرے۔ میں جو اپنے ہاتھ سے کر جاؤں وہی اچھا ہے۔ پھر نہیں معلوم یہاں میرا رہنا ہو یا نہ ہو۔“

رانی نے اپنے سرداروں سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کیا نقشان ہے۔ اپنے دلیں میں ایک اور گاؤں بڑھ جائے گا۔ چنانچہ رانی نے خواص خاں کی درخواست منظور کر لیا اور وہ نیک مرد خواص پور بسا کر سمٹ 1600 میں وہاں سے چل بسا۔

راوی جی کی وفات

سمٹ 1602 میں شیر Shah اس دار قانی سے سدھارا۔ اس نے سلطنت کا انصرام بڑی دھوم دھام سے کیا تھا اور اس کی انصاف پسندی ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی۔ راجہ نوڈرمل اسی باوشاہ کے دربار میں پہلے نو کرتھا اور وہ آئیں لگان جو اکبر کے نام سے منسوب ہیں اسی باوشاہ کی تدبیر کے نتیجے ہیں۔

شیر Shah کی وفات کی خبر پھیلتے ہی راوی جی کے راجپوت اورہ اوہر سے خواص خاں پر حملہ کرنے لگے۔ وہ بھی کچھ دنوں تک ان کا بڑی جوانمردی سے سامنا کرتا رہا۔ آخر کار جو دھپور کے بازار میں مارا گیا۔ روٹھی رانی کی بہایت سے اس نے جو دھپور والوں کے ساتھ بہت اچھا برداشت کیا تھا۔ اس لیے وہ لوگ اس کی ااش کو بڑی عزت سے خواص پور لے گئے۔ وہاں اس کا مقبرہ بنایا، اس کے نام کا گاؤں بنایا، باغ لگوایا اور ایک یادگار قبر جو دھپور میں بنوائی۔ دونوں جگہ اس کی قبر پر متنیں چڑھنے لگیں۔ ہندو مسلمان دونوں آج تک وہاں چڑھاتے ہیں۔ فاتحہ پڑھتے ہیں۔

اور اس کا نام عزت سے لیتے ہیں۔ یہ سب اس کی نیکی کا پھل ہے جو بہت کم با دشائیوں کو میسر ہوا ہے۔

راوی جی بھی سیوانے سے راستہ کے ان غافلی تھانوں کو اٹھاتے ہوئے لڑتے بھڑتے جو دچپور پہنچ گئے اور پھر سے جو دچپور میں راتگھر وں کا راج ہوا۔ اس کے ساتھی خانگی جھگڑے بھی شروع ہوئے جن کا باعث جہانی رانی سروپ دی تھی۔

راوی جی کا بڑا اپیٹا کمار رام رانی لاچھل دستی کچھواہی سے پیدا ہوا تھا۔

اور اودے سنگھ اور چند رسین رانی سروپ دستی سے تھے۔ ہیرا دستی اور سروپ دستی دونوں چپیری بہنیں تھیں۔ وہ اپنے اپنے بیٹھوں کے فائدے کے خیال سے راوی جی کو مار رام کی طرف سے جھوٹی پچی باتیں بنانا کر بد نظر کیا کرتی تھیں۔ رام بھی راوی جی کو اپنی طرف سے کھچا دیکھ کر کھچا رہتا تھا اور ارکین سلطنت راوی جی کی تلوں طبعی و کمزوری کو دیکھ کر رام کو بھڑکاتے رہتے تھے۔

مارواڑ کے امیر گھرانوں میں مردوں کے لیے ڈاڑھی ترشوانے اور عورتوں کے لیے ہاتھی دانت کا چوڑا پہننے کے دو بڑی خوشی کے موقع ہیں۔ ان آفریپوں میں خوب محفلیں آ راستہ ہوتی ہیں۔ خوب دعویں کھلانی جاتی ہیں۔ رام 1604 میں سولہ برس کا ہوگا۔ اس کیے تھوڑی تھوڑی ڈاڑھی موچھیں بھی مکمل آئیں۔ ڈاڑھی جب تک ٹھہڈی کے اوپر پہنچ میں سے نہیں تراشی جاتی۔ اس وقت ہندو مسلمانوں میں کوئی امتیاز یہ علامت نہیں رہتی۔ گویا ہندو اور مسلمان میں ڈاڑھی کی پچی پہچان ہے۔ رانی لاچھل دستی نے اپنے بیٹے کمار رام کی ڈاڑھی چھٹوانے کا سامان کر کے راوی جی سے اس رسم کے ادا کرنے اور جشن منانے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے منظور کر لیا۔ مگر چوں کہ جو دچپوری میں بہت گرمی تھی اس لیے رام کی تجویز ہوئی کہ منڈور میں جا کر خوشیاں منائے۔

جو دل کش باغوں اور نظاروں سے بھرا ہوا ہے اس بہانے سے وہ منڈور چلا آیا اور

یہاں اپنے دوستوں اور معاونوں اور رازداروں کو جمع کر کے بولا راؤ جی ضعیف ہو گئے ہیں۔ ان کی بدانتظامی سے ملک میں جھگڑے پچے ہوئے ہیں۔ اپنے عزیز لوگ روز بروز دشمنوں سے ملتے جاتے ہیں۔ پس آج یہاں سے چلتے ہیں انہیں پکڑ لوا و قید کروتا کہ ملک میں اُن وامان ہو جائے، یہاں یہ صلاح ہوتی رہی اوہ راؤ جی کو بھی اس کی خبر لگ گئی۔ انہوں نے جھٹ پٹ کچھواہی رانی لاچھل دی کوڈ یوڑھی پر پاکلی بھجوادی اور کہا ایسا کہ ابھی قلعہ سے نیچے آ جاؤ۔ راؤ جی نے پوچھا میری خطا؟ جواب ملائے تیرابیٹا تجھ سے بتا دے گا۔ رانی کو اسی دم قلعہ چھوڑنا پڑا۔ شام کو رام بھی بیٹھنخوت میں جھومتا ہوا آیا اور قلعہ میں جانے لگا تو قلعہ دار نے کہا آپ کو اندر جانے کا حکم نہیں ہے۔ رام نے کہا کہ جا کر راؤ جی سے پوچھو میں نے کوئی خطا کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا تم نا خلف ہوا اور قلعہ میں رہنے کے قابل نہیں۔ بہتر ہے کہ تم گونڈوچ چلے جاؤ۔ وہیں تمہارے لیے سب انتظام کر دیا جائے گا۔ مجبوراً رام اپنی ماں کے ساتھ گونڈوچ چلا گیا۔ جھانی رانیوں نے جب یہ کام اپنے مباریک کرالیا تو اب روٹھی رانی کے درپے ہوئیں کہ کسی طرح یہ سل چھاتی پر سے سرک جاتی تو پھر کسی بات کا کھکھانہ رہتا۔ ہمارے ہاتھ میں راؤ جی ہی ہیں۔ جو چاہتے کرتے۔ چنانچہ راؤ جی کے کان بھرنے لگیں کہ روٹھی رانی ہی کے اشارے سے رام ایسا نافرمان بہردار اور مفسدہ پر دا ز ہو گیا ہے۔ رانیوں کے ایما سے اور لوگوں نے بھی روٹھی رانی کی شکایت کی۔ یہاں تک کہ راؤ جی نے اسے بھی گونڈوچ بھیج دیا۔ اب کی بارشو ہر کا حکم اس نے بڑے شوق سے مانا کیوں کہ کچھواہی رانی اور کمار رام سے اس کی بہت محبت ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ وہ راؤ جی کو اتنی تشویشوں میں ملکتا دیکھ کر انہیں دق کرنا مناسب نہ بھی تھی۔ جس دن اس کے گونڈوچ جانے کی خبر نواس میں پہنچی۔

اس کے سوتوں کے گھر گھلی کے چراغ جلے۔

کمار رام کی شادی رانا اودے سنگھ کی لڑکی سے ہوتی تھی۔ گونڈوچ میں اپنا بناہ نہ

دیکھ کروہ اودے پور چلا گیا۔ رانا نے اس کے بڑی خاطر مدارات کی اور موضع کیلوہ اس کے قیام کے لیے دیدیا جو مارداڑ سے بہت نزدیک ہے۔ تھوڑے دنوں میں رام اپنی ماں اور ماڈی دونوں کو اسی جگہ لے گیا اس طرح جھانی رانیوں کی آنکھ کا کانٹا نکل گیا۔ راؤ جی خارجی اور اندر وہ نی ترددات سے فرصت پا کر تنیر ممالک میں مصروف ہو گئے اور بہت سے کھوئے ہوئے علاقے پھر لے لیے بلکہ کئی نئے علاقے بھی فتح کیے۔

مگر فتوحات کا سلسلہ بہت جلد ٹوٹ گیا۔ اکبر کے تحت پڑا نے اور زور پکڑنے سے راؤ جی کو اپنی ہی پگڑی سنبھالنی دشوار ہو گئی۔ رفتہ رفتہ کتنے علاقوں ہاتھ سے نکل گئے۔ جوان بخت بادشاہ کی پر جوش یا غاروں کا بورھا راؤ کیا سامنا کرتا۔ اس کی زندگی کے دن بھی پورے پورے ہو گئے تھے۔ آخر 1619 کے کاتک مہینہ میں راؤ مددیو نے بڑی کامیابی سے سلطنت کرنے کے بعد جنت کی راہیں۔

روٹھی رانی کاستی ہونا

رانیا سی ہونے کی تیاریاں کرنے لگیں۔ جھالا رانی کو اس کے بیٹے چندر سن نے سی ہونے سے روک لیا اور کہا کہ دو چار دن میں سب سردار بہرا جائیں گے۔ ان سے میرہ اعتماد کا وعدہ کر کے قبضتی ہونا۔ جھالا رانی نے چندر سین کو باہو جو داودے سنگھ سے چھوٹے ہونے کے راؤ جی سے کہہ سن کر ولی عہد بخواہیا تھا۔ رانی ہیرا وی نے بھی سمجھایا کہ چندر سین کو اس طرح چھوڑ کر سی ہونے میں بہت نقصان ہو گا۔ آخر رانی سروپ دلی ٹھہر گئی۔ اس وقت سی نہ ہوئی۔ دوسری رانیاں، خواصیں، رکھیلیاں جو شمار میں اکیس تھیں، راؤ جی کی ااش کے ساتھ جمل مریں۔

راؤ جی کے مرنے کی خبر بہت جلد سارے دلیں میں پھیل گئی۔ ان کے بڑے بڑے سردار اپنے سرمنڈوا کر اور جو دھپور میں آنے لگے۔ رانی سروپ دلی نے وفات کے پانچویں دن سب سرداروں کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا کہ راؤ جی نے

میرے بیٹے چندر سین کو اپنے ہاتھ سے ولی عہد بنایا تھا۔ اب میں آپ کے ہاتھوں میں یہ فیصلہ چھوڑ کرستی ہوتی ہوں۔ سرداروں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ چند سین
ہمارے راوی ہیں اور ہم ان کے چاکر۔

اس جھمیلے میں اور کئی دن کی دیر ہو گئی۔ رانی روزستی ہونے کی تیاری کرتی مگر ایک نہ ایک ایسا سبب پیدا ہو جاتا جس سے رکنا پڑتا۔ آخر سے غصہ آگیا۔ بیٹے سے جھلا کر بولی: تو نے اپنے راج کے لیے مجھے راؤ جی کے ساتھ جانے سے روک لیا اور ابھی تک تو خود غرضی کی دھن میں میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ مگر جس راج کے لیے میرا دھرم تو نے توڑا اس راج سے تو یا تیری اواد کوئی فائدہ ناخواہیں گی۔ یہ بد دعا دے کر رانی سروپ دلی نے چتابنوائی اور راؤ جی کی گپڑی کے ساتھ تی ہو گئی۔

دوسری گپڑی وفات کے تیسے ہی دن کیلوہ میں پیچھی جہاں کچھوائی رانی اور راؤ ماوی کمار رام کے ساتھ رہتی تھیں۔ اس گپڑی کو کہتے ہی روٹھی رانی اور راؤ ماوی کمار رام کے ساتھ چھوڑ دی۔ اس کا سارا گھمنڈ دوڑ ہو گیا۔ روکر کہنے لگی اب کس سے روٹھوں گی۔ جس سے روٹھی تھی وہی اب نہ رہا تو جی کر کیا کروں گی۔ اس نے میری مان رکھ لی۔ اس نے میرا گھمنڈ نباہ دیا۔ اب میں کس لیے جیوں۔ میری چتاب بھی بخواہ۔ میں راؤ جی کا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔ اوہرا چھل دلی بھی ستی ہونے کی تیاری کرنے لگی مگر اس کا بیٹا رام اپنے باپ کا جانشین بننے کی دھن میں ماں کو تی ہونے تک نہ تھہرا۔ اودے پور چل دیا۔ اس کی تہجیت اور بے ادبی ماں کو بہت ناگوار ہوئی۔ کف افسوس مل کر بولی: رام! تیرے لیے ہمیں جو دھن پور چھوڑ کر یہاں دن کاٹنے پڑے اور تو ہمیں اس طرح چھوڑ کر بھاگا جاتا ہے۔ جا! اگر میری زبان میں کچھا اثر ہے تو تجھے کبھی مارواڑ میں رہنا نصیب نہ ہو گا۔ تو یا تیری اواد کبھی مارواڑ کا راج نہ کرے گی۔ ہمیشہ دوسرے ملک کی خاک چھانتی پھرے گی۔

چتاب تیار ہوتے ہی یہ خبر دور دوستک پھیل گئی کہ روٹھی رانی بھی راؤ جی کی گپڑی کے

ساتھی ہوتی ہے۔ چار چار پانچ پانچ کوں سے لوگ اس سی کا درشن کرنے کے لیے دوڑے۔ سب ہاتھ جوڑ کر کہتے تھے۔ سی ماٹا تجھے آفریں ہے۔ پچی سی اس گلچک میں تو ہی ہے۔ دھن ہے تجھ کو اور تیرے ماں باپ دھن ہے اس دلیں مارواڑ کو جسے تو سی ہو کر پاک کر رہی ہے۔ لاچھل دلی! تجھے بھی دھن ہے۔ تم دونوں ہی عصمت کی دیوبیاں ہو۔ تمہیں ہمارا پر نام ہے۔

چتا تیار ہو گئی، بائے بنجئے لگے۔ دونوں رانیاں گھوڑوں پر سوار ہو کر بازاروں سے نکلیں۔ جو ق در جو ق لوگ دیکھنے کو پھٹے پڑے تھے۔ روپے زیور اور جواہرات لٹائے جا رہے تھے۔ چتا پر پچھن کر دونوں آمنے سامنے بیٹھیں اور شوہر کی پگڑی بیچ میں رکھ لی آگ دینے والا کوئی نہ تھا۔ سب لوگ کھڑے دیکھ رہے تھے۔ فرط ادب سے کسی کہ منہ سے آواز بھی نہ انکلتی تھی۔ روٹھی رانی کا چہرہ چاند سا چمک رہا تھا۔ یکا یک مار رام کے بے عزتی کا خیال آتے ہی سرخ ہو گیا۔ اس نے دھڑکتے ہوئے دل سے نازک زبان کوہلا ساتھ ہوئے یہ کلمے نکلے ”میں تو اپنے شوہر سے روٹھ کر آئی سوآئی پر کوئی دوسرا عورت اس طرح سوت کے بیٹے کا ساتھ کبھی نہ دے۔“

لاچھل دلی اس کا یہ جلال دیکھ کر ڈری کہ کہیں میرے بیٹے کو خت بد عاند ودے خود بیچ میں بول انھی تاکہ روٹھی رانی خاموش ہو جائے۔ ”بائی جی! اس نا خلف نے سگلی ماں کا تو کچھ خیال ہی نہ کیا، اور کیا کرتا، وہ ذرا دیر یہ تھہر جاتا تو ہمیں راؤ جی کے ساتھ جانے میں اتنی تاخیر نہ ہوتی۔ اس کو روکتا کون تھا، آگ دیکھ کر تو چلا جاتا۔

شوہر کا پیارا نام سن کر او ما دلی کو جوش آگیا۔ شوہر کی پچی محبت، سچا عشق، اس پر چھا گیا۔ اس وقت اس کی نگاہ جس پر پڑتی تھی۔ وہ متواala ہو جاتا تھا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

نین چھکے بینا چھکے، چھکے ادھرم کائے
چھکلی درشت جا پر پڑے روم روم چھک جائے

یعنی باتمیں اور تم کرنے والے ہوتے سب نشہ میں مست ہیں اور مست نگاہیں جس پر پڑتی ہیں اس کا روایتی رواں مست ہو جاتا ہے۔
پھر روٹھی رانی نے ذرا سنبھل کر کہا ویکھ یہاں کوئی راٹھور تو نہیں ہے؟ حسن اتفاق سے جیت مالوت نام کا ایک کنگال راٹھوملا۔ وہ ڈرتا ڈرتا آیا اور باتھ جوڑ کر بولا۔ سی ماتا! مجھ پر دیا سمجھی۔ میں تو بھوکوں سے تنگ ہو کر مارواڑ چھوڑ آیا ہوں اور میواڑ میں محنت مشقت کر کے پیٹ پا لتا ہوں۔ میں چتا میں آگ دینے کے قابل نہیں ہوں۔
اوما دی نے کہا کہ ٹھاکر ڈرومٹ! اشنان کر کے چتا میں آگ دے دو۔ تم راٹھور بنس سے ہو۔ اس لیے تمہیں بدلایا ہے۔

اس نے پھر عرض کی۔ سی ماتا! آگ تو میں دوں گاپر ماتھی فرش بچھا کر بارہ دن کہاں بیٹھوں گا۔ میرا گھر بھی اتنا بڑا نہیں ہے کہ جو وہ پور کی رانی کو داہ کر کے اس میں ماتم کر سکوں۔ میں تو پیڑوں کے نیچے تاروں کے چھاؤں میں رات کانا کروں۔
اوما دی نے یہ سن کر غشی کو اشارہ کیا۔ اس نے اس دم راناجی کے نام ستیوں کی طرف سے خط لکھا کہ رام کو بغیرستی کیے چلا گیا ہے۔ اب کیوہ گاؤں اس سے چھین کر جیت مالوت راٹھور کو دے دیں۔ اس طرح سی نے دس ہزار کا گاؤں اس راٹھور غرین کو دلا دیا۔

جیت مالوت نے چھپھی ہاتھ میں لی اور فوراً نہاد ہو کر چتا میں آگ دے دی۔ دم کی دم میں وہاں ایک تو وہ خاکستر کے سوا کوئی نشان نہ باقی رہا۔ گھڑی دو گھڑی میں ہوا نے را کھکے ریزوں کو ادھراً ہر منظر کر کے اور بھی قصہ تمام کر دیا۔

تاخڑوہ بھی نے چھوڑی تم نے صبا اور بار
یادگار و نق محفل تھی پروا نے کی خاک

مگر خانہ رہی تو کیا۔ روٹھی رانی کا نام ابھی تک چلا جاتا ہے۔ لوگ ابھی تک اس کے نام کی تعظیم کرتے ہیں اس طرح شادی کے ستائیں برس بعد امامی کامان ٹوٹا اور

مان کے ساتھ زندگی کا پیالہ بھی لوٹ گیا۔

”او ماوئی بھٹانی! تجھے دھنہ ہے۔ جب تک تو زندہ رہی تو نے اپنی آن نبایی اور مری بھی تو آن کے ساتھ میر۔ فرشتے ہائھوں میں پھول لیے تیرے انتظار میں کھڑے ہیں کے تھے دیکھیں اور پھولوں کی بر کھا کریں۔ اے پاک دیوی! جا عصمت اور عفت تجھ پر شمار ہونے کو تیار ہیں اور تیرا پیارا شوہر جس کے نام پر تو نے جان دی آنکھیں فرش راہ کیے تیرا منتظر ہے۔“ او ماوئی بھٹانی کے سی ہونے کی خبر جب جو دھ پور پہنچی تو لوگ آفرین کرنے لگے۔ قائم رہے وہ بنس جس میں ایسی ایسی راج ماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ شوہر سے روٹھنے پر بھی جن کی چادر عصمت پر کوئی دھبہ نہیں لگتا جس سے روٹھتی ہیں اسی کے قدموں پر اپنا سر نچھا و کردیتی ہیں۔ ایسا روٹھنا کہیں کس نے دیکھا ہے؟

راوی جی کے انتقال کے باہر ہویں دن جیت مالوت کے لیے جو دھ پور سے گلزاری آئی۔ اس سب کریا کرم کر کے گلزاری باندھی۔ پھر اودے پورجا کروہ پ چٹھی رانا اودے سنگ کو دی۔ انہوں نے چٹھی پر جھک کر فرط تعظیم سے اسے سر پر رکھ لیا اور کیلوہ کا پٹہ اس کے نام لکھ دیا۔ اس نے لوٹ کر اس گاؤں پر اپنا قبضہ کر لیا۔ جہاں روٹھی رانی سی ہوئی تھی وہاں ایک پختہ چھتری بنوائی تھی جس کا نشان ابھی تک موجود ہے۔ روٹھی رانی کی سفارش سے جس طرح مالوت کو کیلوہ مل گیا۔ اسی طرح اس کی بدوعا بھی بے اثر نہ ہوئی۔ مار رام کو جو دھ پور کی گدی پر بیٹھنا نصیب ہوا۔ اودے سنگھ اور اکبر متفقہ کوشش بھی اسے وہاں کا راج دلانے میں ناکام رہیں۔ اسی ناکام سے وہ کچھ دنوں جلاوطنی کی مصیبتوں جھیل کر آخر کار مر گیا اور اپنے ارمان اپنے ساتھ لیتا گیا۔ اس کے پاتے کیشو داس کو جواہر اور جہانگیر کے تذکروں میں کیشور روما کے نام مشہور ہیں مالوہ میں ایک چھوٹی سی جا گیر ملائی تھی جس کا نام لا مجھیر تھا۔ مگر 1857ء کے غدر میں یہ ضبط ہو گئی جھاٹی رانی سروپ دی کی بدوعا بھی آخر کار رنگ لائی۔ اس

وقت تو چند رسمیں جو دھن پور کارا اوہ ہو گیا تھا۔ مگر بعد کو جب اکبر نے راؤ مالدیو کے مرنے کی خبر پا کر مارواڑ پر فوج بھیجیں تو کمار رائے مل اور اودے سنگھ تینوں راج سارشاہی فوج سے آئے۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ 1622 کرمی میں چند رسمیں نے جو دھن پور خالی کر دیا۔ اکبر نے اس ملک کو سولہ برس اپنے تصرف میں رکھ کر 1640 سمیت میں اسے اودے سنگھ کے حوالے کر دیا۔ اس کی اولادیں اب تک جو دھن پور کا راج کرتی ہیں۔ چند رسمیں کے پوتے کرمیں کو جہاں گیرنے احمدیر کے علاقے میں بھنا نے کا پر گنہ دیا تھا، اس کی اولاد اب تک وہاں ہے اس طرح روٹھی رانی کی کہانی پوری ہوئی۔ وہ نہیں ہے مگر اس کا نام آج ساڑھے تین سو سال گزر جانے پر بھی جوں کا تول بنتا ہے۔

مارواڑ کے کمیشروں نے امادیوی کی تعریف میں جو طبع آزمائیاں کی ہیں وہ ایسی پراٹھ اور پروردہ ہے کہ انہیں پڑھ کر آج بھی رفت آتی ہے اور دل امند آتا ہے اگرچہ اس وقت ستی ہونے کی رسم نہیں ہے۔ مگر ان نظموں اور گیتوں کو پڑھ کر اس وقت کا حسرت ناک نظارہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ آساجی چارن جس نے ایک دوہا پڑھ کر امادیوی کو ہمیشہ کے لیے شوہر سے الگ کر دیا تھا، اس وقت ایک موضع میں بھاریلی اور بھاگا کے ساتھ رہتا تھا۔ جب اس نے روٹھی رانی کی ستی ہونے کی خبر پائی تو بولا۔ ”اے امادیوی! تجھے دھنہ ہے تو نے کہا تھا جب آخر دم تک میرا مان رہ جائے تب تعریف کرنا جیسا تو نے کہا تھا کر دکھایا تیری بہت وحیمت کو ہزار و آفریں ہے!“ آساجی نے اسی وقت چودہ بندوں کی ایک اعظم لکھی اور اس کی نقلیں سارے راجپوتانہ میں بھجوائیں کیونکہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں تمہارے بعد تک زندہ رہتا تو تمہارے نام کو زندہ جاوید بنا جاؤں گا۔ بات کے پکے نے وعدے کو وفا کیا۔ یہ اشعار آج تک مارواڑ میں بچہ بچہ کی زبان پر ہیں اور جب تک ان شعروں کے پڑھنے والے باقی رہیں گے، روٹھی رانی کا نام روشن رہے گا۔

- (1) راومالدیو سنت 1585 میں گدی پر بیٹھا۔
- (2) تورن باندھنا، تورن مارواڑی زبان میں محراب کو کہتے ہیں۔ یہ سرال کے دروازے پر جا کر محراب کو چھڑی یا تلوار سے چھوتا ہے۔ اسے تورن چھوٹا، تورن چکانا یا مارنا کہتے ہیں۔ چونکہ گھروں کے دروازے پر محراب داری ہوتے ہیں اس لیے تورن کے معنی دروازے کے سمجھنے چاہئیں۔ شادی کے موقوعوں پر دروازوں پر کاٹھ کر چڑیوں کا ایک گدستہ بنائیں کا دیتے ہیں۔
- (3) چوزری اس مقام کو کہتے ہیں جہاں شادی ہوتی ہے۔
- (4) ایسی مثالیں اس زمانہ کی تاریخوں میں اکثر ملتی ہیں۔ بندھیل گھنڈ کی داستان ایسی ہی روایتوں سے بھری پڑی ہے۔
- (5) جیسلمیر میں ایک جھیل ہے۔
- (6) جوش کی اصطلاح ہے۔ جب دونوں گرہ یک جا ہو جاتے ہیں تو انسان کی زندگی پر زوال آتا ہے۔ مجسمہ اسی طرح جیسے قرآن السعدین انسان کے لیے بہت مبارک سمجھا جاتا ہے۔
- (7) جیسے برکی ماں برات روانہ ہونے کے قبل اسے دودھ پلاتی ہے ویسے ہی ساس اس کے ماتھے پر وہی لگاتی ہے یعنی اسے اپنی لڑکی کا شوہر مان لیتی ہے۔ کہاوت ہے وہی کی بات ہے۔
- (8) یہ بھی شادی کی ایک رسم ہے۔
- (9) گیت کا مطلب یہ ہے کہ باپ لڑکی اس وقت دے چلتا ہے جب داما دگل ملتا ہے ماں اس وقت جب وہ داما کے ماتھے پر وہی کا یہکہ لگاتی ہے۔ اس کے بعد وید اور شاستر کے مطابق لڑکی کی شادی ہوتی ہے۔ اس وقت اس پر چچا ماموں اور پھوپھی کا تھوڑا بہت حق رہ جاتا ہے، اگر چچا کچھ کہنا یا اعتراض کرنا ہوتا ہے تو پہلے

پھیرے تک کر ستا ہے۔ ماموں دوسرا پھیرے تک اور پھوپھی تیسرا پھیرے تک اور چوتھے پھیرے میں لڑکی پرانی ہو جاتی ہے۔ پھر کسی کا اس پر کوئی حق باقی نہیں رہ جاتا۔ اسی لیے چوتھے پھیرے کے پہلے ہی دو اہل بہن کے آگے آ جاتا ہے۔ گویا اس وقت سے وہ اس کا خاوند اور آقا مانا جاتا ہے۔ اس گیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ پھوپھی کا حق لڑکی پر بہت مانا گیا ہے۔

(10) کلال ٹلوار کو کہتے ہیں جس کا پیشہ شراب سمجھنا اور فروخت کرنا ہے۔

(الف) اس بند میں راٹھور خاندان کی برائی کی گئی ہے اصل یوں ہے۔۔۔

برج و یسا پاچندان بناس سیر و پیارا اُس موڑ (ناج)

گرڑ کھگان لنکا گلڈھان راج کلان راٹھور (چپیا)

(ب) اس دوہرے میں شراب پینے کا شوق دلایا گیا ہے۔

روپیوں اُرن چڑھوڑا تارا کھونیں (سرخ)

بیری تمہارا جل مرے۔ سکھ پاوے گاسیں (دوست)

(ج) یہ بند شراب کی تعریف ہے۔ وارودی آگرہ۔ دارو۔ بیکانیر دار روپیو صاحبا!

سور و پیان را پھیر

(د) اس دوہرے میں چند اچھی اچھی چزیں بتائی گئی ہیں۔ سور بھر رو د بھا بھلر۔

پڑا بھلو سفید۔ ناری تو نیلی بھلی۔ گھوڑا بھلو کمیت ناز نہیں) بھر لائے گھڑ کلائی

(11) اصل گیت یوں ہے۔ مخاں پدھار و مہار ارج ہو

دارو راما رو۔ مخا پدھار و مہار ارج ہو (شانق)

گدری جو ہوں سیکاباٹ ہو (دیر سے)

(12) اصل گیت یوں ہے متھرا پنگل۔ پراؤ۔ مرو۔ لاہوری۔ بھیز۔

دیر اور گلڈھ بخی اور نگر جیسلمیر

مخاں پدھار و مہار ارج ہو!

(13) رنگِ مانو ہمارے راؤ

تاراں چھائی رات۔ پھول اچھائی تھی۔

گوری چھائی ہے روپ۔ پیارے بیگان بیگان آؤ (جلد)

رنگِ مانو ہمارے راؤ!

(14) بھردااے سکھڑ کلائی وارو و اکھاروا (امور)

سو نے رے بھٹی کروں۔ روپے رے گھر نار

ہاتھ پیالو دھن کھڑی پیورا بکھار (ناز نمیں)

(15) آم پھلے پروار سوں۔ مہو پھلے پت کھوئے

تو کورس سا جن پئے۔ لاج کہاں تے ہوئے

جس وقت مہوئے کے پھول لگتے ہیں سارے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ پت اور
پتے میں صنعتِ انفظی رکھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب شراب بے شرم مہوئے سے
نمی ہے تو شراب پینے والا کیوں کر لاج نبھاستا ہے۔

(16) اصل گیت یوں ہے۔ بھردااے سکھڑ کلائی

پلاں تو چھپی کلائی ہمارا مارو جی رے

کی

اب چھے عالی جاری گھر نا۔ (گھروالی)

کے کی

(17) بجلیاں ماڈے چیان اوپر لے رلیاں

پر دیساں راسا جناتی جے مایاں

اڑری لینی ان لے باندھی چری کپاس

اسی دینی نجگنی پیورے پاس

(18) مان گمان کامنی امدے بڑ بھاگ

(19) رانی سنجو گتا ہے چند اراٹھور کی لڑکی تھی۔ ہے چند اور پر تھی راج دونوں میں عرصہ سے جسمک چلی آتی تھی۔ سنجو گتا جب سیانی ہوئی تو ہے چند نے اس کا سو نمبر رچایا مگر پر تھی راجانج کو اس میں شریک ہونے کی دعوت نہ دی۔ پر تھی راجھ کو یہ بہت ناگوارگز را۔ وہ بلا اطاعت چڑھ آئے اور رانی کو سو نمبر سے زبردستی نکال لے گئے۔ راٹھوروں نے تعاقب کیا اور راستہ میں بڑی خوزیر لڑائی ہوئی۔ میدان چوبان کے ہاتھ رہا۔ پر تھی راج نے سنجو گنا سے شادی کر لی۔ اس واقعہ کو راٹھوروں کے رو برو بیان کرتا گیا انہیں دنداں تکن جواب دینا ہے۔

(20) یہ برج قلعہ اتیمیری میں دکھن کی طرف واقع ہے۔

(21) کریمی ہانڈی مہارانا سنگا کی رانی اور اودے سنگھ کی ماں تھی۔ جب کجرات کے باڈشاہ سلطان بہادر نے 1591 سمیت میں چتوڑ کا قلعہ تینیر کیا تو کریمی بہادر ہزار عورتوں کے ساتھ عصمت بچانے کے لیے چتر بنا کر جل مری۔ ایسی مثلیں رجبتوں میں اکثر ملتی ہیں۔

(22) جودھ پور کے شان یا جھنڈے میں چیل کی تصویر بنی ہوتی ہے یہ راٹھوروں کا قومی نشان ہے۔

(23) او مائی سانکھیلی گاہگروں کے راجہ چل داس کی رانی تھی۔ اس کی سمعت سڑھی رانی راجہ کے ایسی منہ لگی تھی کہ راجہ اس کے خوف سے سانکھیل کے پاس نہیں جاتا تھا۔ جب اس طرح بہت سال گزر گئے تو ایک دن سورڑھی رانی نے سانکھیلی کے پاس ایک بیش بہاڑ دیکھا کہ ایک عورت کے لیے مانگا۔ اس نے اس شرط پر وہ بار دیا کو سورڑھی راجہ کو ایک رات اس کے پاس آنے دے۔ سورڑھی نے یہ بات منظور کر لی۔ مگر راجہ کو تمہادیا کہ جانا مگر چپ چاپ رات کاٹ کر چلے آئا۔ راجہ نے ویسا ہی کیا۔ سورڑھی سانکھیلی رانی نے بڑی حسرت ویا اس کے لمحہ میں دوہا پڑھا مگر زن

مرید رجہ کو ذرا بھی ترس نہ آیا۔ راجپوتانہ کے لوگ مایوسی کے عالم میں یہ دوہار پڑھا کرتے ہیں۔

(24) بیرم جی راؤ مالدیو کا رشتہ میں واوا ہوتا تھا۔

(25) جیتا اور کونپا میں بیرم جی کی طرح راؤ جی کے خاندان کے تھے۔

(26) اس ملک کی خاص پیداوار با جرہ ہے۔

(27) یہ گاؤں پر گنہ میٹر تھہ کو سانہ سے جو پر گنہ بیلار میں ہے۔ دو تین کوں پر ہے۔

(28) منڈور ماواڑ کی پرانی راجدھانی ہے۔ جو دھپور سے تین کوں شمالی میں ایک پیماڑی کے نیچے بسا ہے۔

(29) جب کوئی رجہ مرتا تھا تو ناظر اس کی گزری لے کر محل سرائے میں جاتا تھا۔ ستی ہوئے والی رانی اس کی گزری لے لیتی تھی۔

دوسری رانیاں بھی اس کے ساتھ ہو جاتی تھیں۔ جو رانی کہیں دور ہوتی تھی اس کی گزری رو انہ کر دی جاتی تھی۔

(30) وہاں ماتم میں جا جم بچھا کر بیٹھنے کا رواج ہے۔

----- اختتام -----